مولودِ مروّج کی شرعی حیثیت

(از افادات حضرت مولانا سید محمد داؤد صاحب غزنوی)

ماہ ربیع الاوّل میں تشریف لانے والے مقدس انسان کی یادگار کو تازہ رکھنے کے لئے اس میں ہر جگہ عید میلاد کا جشن منایا جائے گا۔ اور اس صادق و مصدوق خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین کی یادگار منانے اور اس کے عشق و محبت کا ثبوت بہم پہنچانے کے لئے کافوری شمعوں کی قندیلوں اور بجلی کے قمقموں اور پھولوں کے گلدستوں سے مجالسِ میلاد کو زیب و زینت دی جائے گی۔ غناؤ سرود کے نغموں میں قصائد مدحیہ پڑھے جائیں گے اور گلاب کے چھینٹوں سے مشامِ روح کو معطر کیا جائے گا۔

لیکن اے کاش کہ جس کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے یہ مجلسیں منعقد کی جاتی ہیں اور جس کے عشق و محبت کا ثبوت بہم پہنچانے کے لئے ہم اپنے مکانوں کو زیب و زینت بخشتے ہیں اس کی جگہ ہم اپنی کائنات ایمان کو اتباع سنت نبویہ سے زینت بخشتے۔ کافوری شمعوں اور روشن قندیلوں کی بجائے ہم اپنے قلب کے ظلمات کو چراغ سنت مصطفوی سے روشن کرنے کے لئے اپنی کوششوں کو وقف کرتے۔ نعتیہ اشعار اور مدحیہ قصائد کی جگہ ہمارے خصائل اور اعمال کے اندر سے "اسوہ حسنہ نبوی" کی مدح و ثنا کے ترانے اٹھتے تو یقیناً ہماری کوششیں ضائع نہ ہوتیں۔ اور ہماری محنتیں اکارت نہ جاتیں۔

لیکن افسوس کہ دنیا کی عالمگیر بے راہ روی جو ہر عمل میں حقیقت اور مقصد کو فنا کرتی۔ اور ظواہر و رسوم کی پوجا کراتی ہے۔ یہاں بھی اپنا اثر دکھائے بغیر نہ رہی، انبیاء کرام اور دوسرے بزرگان سلف کی یادگاروں کا جو اصل مقصد تھا یعنی اسوۂ حسنہ کی اتباع اور نیکی و صداقت کے عملی نمونوں کی پیروی اور اعمال صالحہ کی حقیقی عملی یاد اس کو تو مٹا دیا اور اس کی جگہ محض رسموں کی عظمت اور تہواروں کی رونق اور میلوں کی چہل پہل چھوڑ دی اور اصلی روح ضائع کر دی۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اعمال کی جگہ محض رسوم نے اور حقائق کی جگہ محض الفاظ اور اسما کی پرستش نے لے لی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور محبت کے پاکیزہ جذبات آپ کی

ولادت اور آپ کی پاکیزہ زندگی کا ذکر اور اس ذوق و شوق کے مخلصانہ ولولے ایک مومن اقانت اور مسلم صادق کی زندگی کے سب سے زیادہ قیمتی متاع اور محبوب جنس ہے۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ یہ محبت اور شیفتگی انسانی سعادت کا سرچشمہ ہے کیونکہ یہ محبت و عقیدت اس مقدس و مطہر وجود کے ساتھ ہے۔ جس کو خدا نے تمام کائنات ارضی و سماوی میں ہر طرح کی محبوبیت اور ہر قسم کی محمودیت کے لئے چن لیا ہے۔ جس کی نبوت و رسالت کا اعلان عالم ملکوتی میں اس وقت ہوا جب کہ نسل انسانی کے باپ حضرت آدم کا وجود مایہ خمیر سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ جس کا وجود ساری دنیا کے لئے ابر رحمت بن کر آیا۔ اور اس سے زیادہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس کائنات میں بڑی سے بڑی بات جو کسی انسان کے لئے کہی جا سکتی ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ عشق اور اعلےٰ سے اعلےٰ مدح و ثنا جو کسی انسان کے لئے کہی جا سکتی ہے۔ غرض کہ انسان کی زبان انسان کے لئے جو کچھ کہہ سکتی ہے اور کر سکتی ہے وہ سب کا سب اس کامل انسان اور اکمل عبد کے لئے سزاوار ہے۔ جس کو خدا نے اپنی غلامی کے لئے مخصوص کر لیا۔ اور جس کو خدا نے عبودیت کے عزو شرف سے سب سے زیادہ بہرہ اندوز کیا۔

سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصے الذی بارکنا حولہ (۱:۱۷) — کیسا پاک ہے وہ خدا جس نے ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصےٰ تک کی سیر کرائی جس کے اندگرد کو بھی خدا نے برکت دی۔

اور جس کو کبھی تو "یا ایہا الرسول" کے خطاب عزت سے مخاطب کیا اور کبھی "یا ایہا المزمل" کے خطاب محبت سے پکارا۔ اور کبھی "یا ایہا المدثر" کے خطاب شفقت سے سرفراز کیا اور جس آبادی میں وہ بسا اور جس شہر کی گلی کوچوں میں وہ چلا پھرا کبھی اس کی عزت و عظمت کو دنیا میں ظاہر کرنے کے لئے فرمایا۔

لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد (۹۰:۱-۲) — ہم مکہ کی قسم کھاتے ہیں۔ یعنی جس سرزمین پر تو رہا اور بسا۔

اور کبھی اس کی عزت و عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے یوں فرمایا۔

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما (۳۳:۵۰) — اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود و سلام بھیجتے ہیں مسلمانو! تم بھی اس پر درود و سلام بھیجو۔

پس جس کی محبوبیت اور محمودیت کا یہ مرتبہ ہو اس پر درود وسلام بھیجنے کے لئے اس کی یاد تازہ رکھنے کے لئے جتنی گھڑیاں کٹ جائیں اور اس کی محبت و عشق میں جتنی بھی راتیں آنکھوں میں بسر ہو جائیں اور اس کی مدح و ثنا میں جتنی بھی زبانیں نغمہ سنج اور زمزمہ پیرا ہوں اسی قدر کم ہیں کیونکہ یہ فی الحقیقت روح کی مسرت، قلب کی طہارت اور انسانی سعادت کے حصول کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ جس کو کسی حالت میں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ آپ کی ولادت یا حیات طیبہ کا ذکر اور اس کے لئے مجالس کا انعقاد اسی وقت ذریعہ ارشاد و ہدایت ہو سکتا ہے جب کہ "اسوہ حسنہ" کی اتباع اور اعمالِ صالحہ کی حقیقی عملی یاد ان میں موجود ہو۔ نہ یہ کہ ان کی حیثیت محض ایک رسم اور تہوار کی رہ جائے اور حقیقت یا اصلی روح ضائع کر دی جائے کیونکہ بڑے بڑے اولوالعزم انسانوں کی بڑائیوں اور عظمتوں کی یادگار کو زندہ اور تازہ رکھنے کے لئے جس روح کی ضرورت ہے اس کا تعلق محض تذکرہ یا مجلس آرائی سے نہیں ہوتا بلکہ اس سے اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ جو اعمالِ حسنہ اور اخلاقِ کریمہ ان کی زندگیوں میں پائے جاتے ہیں اور جن کی یاد اور تذکرہ میں بنی نوع انسان کے لئے سب سے زیادہ مؤثر دعوتِ عمل موجود ہے، ان کو اس طرح زندہ رکھا جائے کہ آنیوالی نسلیں ان اعمالِ صالحہ کے نمونوں کو اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیں

قد كانت لكم اسوة حسنة فى ابراهيم والذين معه (۶۰: ۴)	یقیناً تمہارے لئے حضرت ابراہیم اور ان لوگوں کی زندگی میں جو ان کے ساتھ ایمان کے اعلٰے مدارج میں نظر آتے ہیں پیروی اور اتباع کے لئے بہترین نمونہ ہے۔
لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة (۳۳: ۲۱)	بلاشبہ تمہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی میں پیروی اور اتباع کے لئے بہترین نمونہ ہے۔

ان آیات میں یہی بتایا کہ ان بزرگوں کے نام زندہ رکھنے کے لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کے "اسوۂ حسنہ" کی اتباع کی جائے۔ ان کے اخلاقِ کریمہ، خصائلِ حمیدہ اور اعمالِ صالحہ کی اقتدا کی جائے، نہ یہ کہ اس حقیقت کو رسموں، تہواروں اور انسانی مجمعوں اور میلوں کی بھول بھلیوں میں گم کر دیا جائے۔

موجودہ مروجہ مجالس میلاد افسوس ہے کہ اس کی حیثیت ایک رسم اور تہوار سے زیادہ کچھ نہیں بلکہ ایک طرف اگر یہ مجالس موضوع اور ضعیف روایات و حکایات اور قصص پر مشتمل ہوتی ہیں تو دوسری طرف بہتیری ایک بدعات

اور شرکیہ رسوم کو اپنے اندر لئے ہوتی ہیں۔ جن کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان مجلسوں اور میلوں میں نہ صرف یہ کہ حقیقت اور مقصد فوت ہو گیا اور اصلی روح ضائع کر دی بلکہ عشق و محبت رسول میں جس راستہ پر گامزن ہوئے ناکامی اور نامرادی نے ان لوگوں کا ساتھ دیا اور ان کی مثال اس وقت اس جماعت کی سی ہوتی ہے۔ جو حق و صداقت کی تلاش میں اٹھتی ہے اور ایک راستہ تلاش کر کے اس پر گامزن بھی ہو جاتی ہے لیکن اس کی بدبختی اور نامرادی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ اٹھنے اور اقدام کے بعد بھی اپنا راستہ گم کر دیتی ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ جس طرح اٹھنے سے پہلے راستہ کی طرف نہ چل کر اس سے محروم تھی۔ ٹھیک اسی طرح اس کی طرف چل کر بھی محروم رہتی ہے۔ اور یہی وہ جماعت ہے جس کی کوششوں اور محنتوں کے ضائع ہونے کو قرآن کریم نے "حبط اعمال" سے جا بجا مختلف پیرایوں میں ظاہر کیا ہے۔

اور اسی بنا پر میں کہتا ہوں اور بار بار یہی کہوں گا کہ ماہ ربیع الاول میں آنے والے اس مقدس انسان کی یاد اور محبت میں ہم اگر اپنے گھروں کو زیب و زینت نہ دیتے بلکہ اس کی جگہ دل کی اجڑی ہوئی بستیوں کو آباد کرتے ہماری مجلسوں اور محفلوں کو پھولوں کے گلدستے نہ نصیب ہوتے بلکہ ان کی جگہ ہم اپنے اعمال حسنہ کے مرجھائے ہوئے پھولوں کو تازہ کرتے۔ کافوری شمعوں اور روشن قندیلوں سے ہم اپنے گلی کوچوں، مجلسوں اور محفلوں کو بقعۂ نور نہ بناتے بلکہ اس کی جگہ سنت مصطفوی کی مشعل ہاتھ میں لے کر دنیا کے ظلمت کدہ میں اجالا کرتے تو دنیا یہ یک آہنگ یہ پکار اٹھتی کہ بے شک یہ نبیؐ کے متوالے اور رسولؐ کے عاشق ہیں۔ لیکن افسوس! کہ جس کی یاد میں مجلسیں منعقد کر رہے ہیں، اس کی عزت کے لئے آج ان مسلمانوں کا وجود بٹہ ہے۔ جس کے لئے نعتیہ اشعار اور مدحیہ قصائد پڑھتے اور جس کی یادگاری کا زبانی دعوےٰ کرتے ہیں۔ اس کی فراموشی کے لئے تقریباً ہمارا ہر عمل گواہ ہے اس نے خدا کی طرف سے یہ بشارت ہم کو سنائی۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (۵: ۳)	آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام تمہارے لئے پسندیدہ مذہب قرار دیا ہے۔

اس نے فرمایا

خیر الھدی ھدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وشر الامور محدثاتھا وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ	تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہے اور سب سے برا وہ نیا کام ہے جو شریعت محمدیہ میں از خود ایجاد کیا جائے اور ہر ایسا نیا کام شریعت کی بولی میں "بدعت" ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے

لیکن ہم نے دین کے ہر حصے کو ناقص سمجھ کر ایسی ایسی بدعات اسلام میں مذہب کے نام سے رائج کر دیں کہ بدعات و رسوم سے پاک اسلام کا پتہ چلانا مشکل ہو گیا ہے۔ اور اصل حقیقت بدعات و رسوم پرستی میں مستور و محجوب ہو کر رہ گئی۔ جس کا نتیجہ وہی ہوا جو اس صادق و مصدوق نے فرمایا۔

ما ابتدع قوم بدعة الا نزع الله عنهم من السنة مثلها

جو قوم جس قدر بھی بدعات میں مبتلا ہوتی ہے اسی قدر اللہ تعالیٰ ان میں سے اتباع سنت کو اٹھا دیتا ہے۔

اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں کیا خوب فرماتے ہیں۔

"پس چنگ زدن بسنت اگرچہ اندک باشد بہتر است، از نو پدید کردن بدعت اگرچہ حسنہ باشد زیرا کہ از اتباع سنت پیدا مے شود نور و بگرفتاری بدعت در مے آید ظلمت مثلاً رعایت آداب استنجا بر وجہ سنت بہتر است از بنائے رباط و مدرسہ"

یعنی سنت اگرچہ چھوٹی سی ہو لیکن اس کا زندہ رکھنا بدعت کی ایجاد سے بہتر ہے اگرچہ بدعت حسنہ ہی ہو۔ اس لئے کہ اتباع سنت سے نور پیدا ہوتا ہے اور بدعت میں مبتلا ہونے سے ظلمت پیدا ہوتی ہے۔ اس کی مثال میں کہتا ہوں کہ اگر آداب استنجا سنت کے مطابق ملحوظ رکھے جائیں تو یہ مسافر خانہ اور مدرسہ کے بنانے سے بہتر ہو گا۔

اور اسی مضمون کو مجدد الف ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات میں ان الفاظ کے ساتھ ادا کیا ہے۔

"بعضے از بدعتہا کہ علماء و مشائخ آں را حسنہ دانستہ اند چوں نیک ملاحظہ نمودہ مے آید معلوم مے شود کہ رافع سنت اند مثلاً در تکفین میت عمامہ را بدعت حسنہ گفتہ اند باآنکہ عین بدعت رافع سنت است چہ زیادتی بر عدد مسنون کہ سہ ثوب باشد نسخ است و نسخ عین رفع ... علیٰ ہذا القیاس سائر المبتدعات المحدثات فانہا زیادۃ علی السنۃ ولو بوجہ من الوجوہ الزیادۃ نسخ والنسخ رفع فعلیکم بالاختصار علی متابعۃ سنت رسول اللہ صلعم والاکتفاء علی اقتداء اصحابہ الکرام"

یعنی بعض بدعات جن کو علماء و مشائخ نے بدعت حسنہ کہہ کر جائز قرار دیا ہے۔ جب بغور ان کا مطالعہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ سنت کو مٹانے والی ہیں مثلاً میت کے کفن کے کپڑوں میں عمامہ کو بھی شامل کرنا بدعت حسنہ کہتے ہیں لیکن یہ براہ راست سنت کو اڑا دینے والی ہے کیونکہ مسنون عدد جو تین کپڑے ہیں اس پر زیادتی کرنا فی الحقیقت اس سنت کو منسوخ کرنا ہے۔ اور "نسخ" کا معنے ہے مٹا دینا علیٰ ہذا القیاس تمام بدعات و محدثات فی الحقیقت "سنت" پر زیادتی ہے۔ اگرچہ کسی وجہ سے بھی ہو، اور زیادۃ "نسخ" ہے اور "نسخ" کا معنے ہے مٹا دینا، پس تم کو چاہیئے کہ صرف سنت نبویہ کی اتباع اور اسوۂ صحابہ کرام کی اقتدا پر کفایت کرو۔

یہ ہیں سچے عاشقان مصطفےٰ صلعم اور یہ ہیں شیدایان سنت مصطفویہ جنہوں نے اسلام کی حقیقی تعلیم کو

ہر قسم کی خارجی گمراہیوں اور غیر دینی اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیئے کمر بستہ ہو گئے۔ اور ہر قسم کی بدعات و رسوم کی آمیزش سے اسلام کو پاک و صاف رکھنے کے لیئے ہمہ تن مصروف رہئے۔ اور اسی جذبہ کے ماتحت مجدد الف ثانی صاحبؒ مکتوبات میں اپنے ایک دوست حسام الدین کے خط کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ:۔

"مولود سننے سے منع کرنا اور اس ممانعت میں مبالغہ کرنا ہمارے بعض دوستوں کو گراں گذرتا ہے کیونکہ انہوں نے نبی صلعم کی مجالس میلاد میں زیارت کی ہے اس لیئے وہ مجالس میلاد پر فریفتہ ہو رہے ہیں اور ان کے لیئے مجالس میلاد کو چھوڑنا بہت مشکل ہے۔"

اس کے جواب میں مجدد صاحب فرماتے ہیں۔

اگر اس قسم کے وقائع اور خوابوں کو معتبر سمجھ لیا جائے اور مریدوں کو راہنماؤں کی کوئی حاجت نہ رہے تب تو ہر مرید اپنے لیئے اپنی خوابوں اور وقائع کی بنا پر زندگی ڈھال لے گا اس صورت میں پیری مریدی کا سلسلہ درہم برہم ہو جائے گا اور ہر بوالہوس اپنے لیئے ایک مستقل وضع تیار کرے گا۔

پھر اسی مکتوب کے آخر میں مجالس میلاد کے متعلق فرماتے ہیں۔

"بہ نظر انصاف نہ بیند کہ اگر فرضاً حضرت ایشاں دریں زمانہ در دنیا زندہ مے بودند، ایں مجلسِ اجتماع منعقد مے باشد۔ آیا بایں امر راضی مے شدند؟ و ایں اجتماع را مے پسندیدہ؟ یقین فقیر آنست کہ ہرگز ایں معنی را تجویز نمے فرمودند، بلکہ انکارے نمودند (جلد اول مکتوب ۲۷۳)

پس ایسی حالت میں جبکہ اسلام کے صدرِ اوّل میں یعنی تاریخ امت مسلمہ کے زریں عہد میں جو یمن و برکت اور ہدایت و سعادت کی دولت سے مالا مال اور ہر قسم کی بدعات و رسوم سے پاک و صاف تھا۔ اس قسم کی مجالس کا کوئی ثبوت بہم نہیں پہنچتا۔ بلکہ اسلام کی چھ صدیاں گذر گئیں، ان میں صحابہ کرام، تابعین، آئمہ دین، محدثین، فقہا، صوفیا اور صلحاء امت ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں ہوئے۔ لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی موجودہ مروجہ مجالس میلاد کو عشق نبیؐ اور محبتِ رسول کے اظہار کا ذریعہ نہ سمجھا تو پھر مجھے امام مالک کے اس ارشاد کے دہرانے میں کوئی تامل نہیں کہ

ولن یصلح اخر ھذہ الامۃ الا بما صلح بہ اولھا۔ — اس امت کے آخری عہد کی اصلاح اس سے ہوگی جس سے اس کے ابتدائی عہد نے اصلاح پائی۔